سید قطب۔فکروفن کے آئینے میں

عمیر رئیس*

ABSTRACT:

Syed Qutub is one of the distinguished writers in Modern Arabic Literature. Recent Arab Spring and struggle for revival of Islam in Egypt and other countries is an ultimate result of his thoughts adopted by successive Muslim generations. His books especially MILESTONES, and Fii-ZILALIL QUR'AN have played vital role to promote his thoughts throughout the World. Brief introduction of his work has been presented in this article.

تعارف:

سید قطب جدید عربی ادب کی نمایاں ترین شخصیات میں سے ہیں،آج اسلام کے نشأۃ ثانیہ کی کاوشوں کے پیچھے جو فکر کارفرما ہے یہ فکری بیداری پیدا کرنے والوں میں سید قطب کا نام سرفہرست ہے مشرق ومغرب میں ان کی حمایت ومخالفت میں کئی کتب لکھی گئیں ہیں پھر بھی آج کی دنیا کے مسائل اوراس کے اسلامی حل کے لیے سید قطب کی کتب بنیادی اہمیت کی حامل ہیں۔اس مقالہ میں سید قطب کی کتب کے ذریعہ اُن کی فکر کا مطالعہ کیا گیا ہے۔

مختصر حالات:

سید نام،قطب خاندانی نام،ابراہیم قطب والد کا نام،اوروالدہ کا نام فاطمہ حسین عثمان (۱) تھا۔مصر میں اسیوط کے گاؤں ''موشا'' میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہی حاصل کی اور والدہ کی خواہش کے مطابق قرآن حفظ کرلیا۔ جب آپ کا گھرانہ قاہرہ کی نواحی بستی حلوان منتقل ہوا تو آپ نے قاہرہ کے مدرسے ''تجهزيه ثانويه'' میں داخلہ لے لیا۔

۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۳ء تک دارالعلوم قاہرہ کالج سے فن تعلیم میں بی۔ایڈ کی ڈگری حاصل کی، وہیں تدریس کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔(۲) کچھ عرصے بعد انسپکٹر آف اسکولز کے عہدے پر فائز کیا گیا۔۱۹۳۹ء میں وزارت تعلیم کی طرف سے جدید تربیت کے مطالعہ کے لیے امریکا بھیجا گیا۔وہاں آپ ۱۹۴۹ء تک رہے۔واپسی پر اٹلی،سوئیز لینڈ اور برطانیہ کا دورہ کرتے ہوئے مصر پہنچے۔

امریکا سے واپسی پرآپ نے الاخوان المسلمون کی دعوت کا تفصیلی مطالعہ کیا۔اور ۱۹۴۵ء میں آپ اس سے وابستہ ہوگئے۔ فروری ۱۹۴۹ء میں اخوان کے مرشد عام شیخ حسن البنّاء شہید کردیئے گئے۔اوراخوان کو مصر میں خلاف قانون قرار دے

* ریسرچ اسکالر،شعبہ عربی،کراچی یونیورسٹی		برقی پتا: rumairarabi@gmail.com
تاریخِ موصولہ: ۱۵رمئی ۲۰۱۱ء

دیا گیا۔جولائی ۱۹۵۲ء میں مصر میں فوجی انقلاب آیا تو اسی دور میں اخوان پر حکومت کی طرف سے سختیوں میں کمی آگئی۔اسی دور میں الشیخ حسن الہضیبی اخوان کے صدر، عبدالقادر عودہ جنرل سکریٹری اور سید قطب مجلس عاملہ کے رکن اور مرکزی دفتر میں شعبہ دعوت کے انچارج مقرر تھے انہوں نے اپنے آپ کو ''اخوان'' کے لیے وقف کردیا۔جولائی ۱۹۵۴ء میں وہ جریدہ ''الاخوان المسلون'' کے مدیر مقرر رہوئے (۴)۔مگر اینگلو مصری پیکٹ کی مخالفت کے جرم میں اس جریدہ پر ۶ستمبر ۵۴ء میں حکومت مصر نے پابندی عائد کردی۔مصری حکومت کے فوجی حاکم جمال عبدالناصر اور اخوان کے درمیان کشمکش شدت اختیار کرگئی جسکی وجہ سے چند ہفتوں میں اخوان کے پچاس ہزار کارکن جیلوں میں ڈال دیئے گئے۔۱۳/جولائی ۱۹۵۵ء میں سید صاحب کو پندرہ سال قید بامشقت کی سزادی گئی۔شام کے ہفتہ وار ''الشہاب'' نے اس کی روداد لکھی ہے:

''فوجی افسر سید قطب کو گرفتار کرنے کے لیے ان کے گھر میں داخل ہوئے تو وہ شدید بخار میں مبتلا تھے اسی حالت میں انہیں پابند سلاسل کیا گیا اور جیل تک پیدل لے جایا گیا وہ شدت مرض سے راستے میں بے ہوش ہوکر گرجاتے ہوش آتا تو ''اللہ اکبر وللہ الحمد'' کا ورد جاری وساری رہتا۔

انہیں فوجی جیل میں داخل کیا گیا، جیل میں داخل ہوتے ہی جیل کے کارندے ان پر ٹوٹ پڑے اور دو گھنٹہ تک ان کو زدوکوب کرتے رہے پھر ان پر ایک خوفناک فوجی کتا چھوڑ دیا جو ان کی ران کو منہ میں پکڑ کر گھسیٹتا رہتا۔ پھر ایک کوٹری میں ان سے مسلسل سات گھنٹوں تک سوال وجواب کا سلسلہ جاری رہا۔جیل میں انہیں طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی رہیں۔ رات میں تنگ وتاریک جیل کی کوٹری میں ڈال دیئے جاتے صبح انہیں پریڈ کرائی جاتی، نتیجہ یہ نکلا کہ وہ متعدد بیماریوں کا شکار ہوگئے اور انہیں فوجی ہسپتال میں منتقل کردیا گیا۔'' (۵)

ایک سال بعد انہیں کہا گیا کہ آپ ایک معافی نامہ لکھ دیں تو آپ کو رہا کردیا جائے گا اسکے جواب میں آپ نے فرمایا:

''مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو مظلوم سے کہتے ہیں کہ ظالم سے معافی مانگ!

خدا کی قسم!! اگر معافی کے چند الفاظ مجھے پھانسی سے نجات دلا سکتے ہوں تب بھی میں اس کے لیے تیار نہیں ہوں، میں اپنے رب کے حضور اس حال میں پیش ہونا چاہتا ہوں کہ میں اس سے خوش ہوں اور وہ مجھ سے خوش''۔(۶)

۱۹۶۴ء تک آپ مختلف جیلوں میں رہے اس دوران آپ نے اس دور کی منفرد اسلوب بیان کی حامل تفسیر فی ظلال القرآن لکھی۔۱۹۶۵ء میں آپ کو دوبارہ گرفتار کرلیا گیا۔اگست ۱۹۶۶ء میں سید قطب اور ان کے دو ساتھیوں کو فوجی ٹریبونل نے موت کی سزا سنائی۔ پوری دنیا کے شدید احتجاج کے باوجود ۲۵/اگست ۱۹۶۶ء کو آپ کو پھانسی دے دی گئی۔اس طرح اللہ کا یہ بندہ شہادت سے سرفراز ہوا۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا   ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں

سید قطب کی تخلیقات:

سید شہید کی کئی اصناف ادب میں تخلیقات ہیں،آپ نے تفسیر میں ایک منفرد اسلوب کی حامل فی ظلال القرآن لکھی۔اسی طرح آپ کی تصنیف ''التصویر الفنی فی القرآن'' اعجاز قرآن کے موضوع پر ممتاز ومنفرد ہے۔اسی طرح دور جدید میں اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے آپ نے جو کچھ لکھا اس میں بھی آپ کا اسلوب چودھویں رات کے چمکتے ہوئے چاند کی طرح ہے آپ کی تمام تخلیقات میں ادب کی چاشنی اور رعنائی اپنے عروج پر ہے۔الفاظ کا حسن، تراکیب، استعارے اور تشبیہات میں ایسی ہم آہنگی اور گہرائی ہے کہ انسان اس بحر میں غواصی کر کے اس کے تمام موتیوں کو سمیٹ نہیں سکتا مگر ہر بات مدلل ہے، جہاں عقلی دلائل کی ضرورت ہے وہاں عقلی استدلال اور استنباط اپنے عروج پر ہے۔آپ **معالم في الطريق** کو پڑھیں یا **خصائص التطور الاسلامي و مقوماته** کو پڑھیں۔ہر جگہ یہ رنگ بکھرے ہوئے ہیں۔

فی ظلال القرآن کی خصوصیات:

سید قطب نے اعجاز قرآن پر اپنی معجز بیان تصنیف **التصوير الفني في القرآن** اور **مشاهد القيامة في القرآن** قرآن کے ادبی حسن وجمال پر اختصار سے جو اشارات کیے تھے وہیں تفسیر میں قرآنی ادبیات کی باریکیوں اور رعنائیوں کو سید نے پوری تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا ہے۔

الف) سید قطب کی تفسیر کو پڑھتے ہوئے انسان محسوس کرتا ہے کہ قرآن اللہ تبارک وتعالیٰ کی معجزانہ کتاب ہے۔قرآن کے ادبی ولغوی اور فکری اعجاز کی باریکیوں کو جس خوبصورتی سے سید نے بیان کیا ہے یہ حسن وجمال کسی اور مفسر کو عطا نہیں ہوا۔

ب) جدید وقدیم افکار ونظریات کا حسن امتزاج ہے جو جدت روح قرآنی سے متصادم نظر آئی اسکا بھرپور ابطال کیا۔ اسی طرح قدما کے ہاں بھی جو افکار ونظریات قرآن کی روح کے منافی تھے ان پر آپ نے کُھل کر لکھا ہے۔ علامہ اقبال کے آپ بڑے مدّاح ہیں۔لیکن ان کے بعض نظریات کا ابطال کیا ہے۔

ج) اس تفسیر کو پڑھتے ہوئے پورا قرآن الفاظ ومعانی کا ایک خوبصورت ہار نظر آتا ہے جس کا ہر موتی ایک لڑی میں پرویا ہوا ہے۔آپ نے قدیم اور جدید مفسرین سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔جدید افکار ونظریات، سائنس اور فلسفہ کے نام پر اٹھائے گئے شکوک وشبہات پر انتہائی سلاست مگر انتہائی مدلل بحث کی ہے۔

د) اسرائیلیات اور فقہی موشگافیوں سے اجتناب کیا ہے۔

ان کی تفسیر پڑھتے ہوئے انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ اس میں تو میری بات ہے، میرے زمان ومکان کی بات ہے۔ جیسے قرآن کہتا ہے: **فيه ذكركم افلا تعقلون** (یعنی قرآن میں تمہارا ہی تذکرہ ہے، تم سمجھتے کیوں نہیں ہو)

سید حامد علی نے اسکا اردو ترجمہ کیا تھا جو کہ ہندوستان پبلی کیشنز، دہلی سے ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا۔پاکستان میں سید

معروف شاہ شیرازی نے بھی اردو ترجمہ کیا ہے جسکا پہلا ایڈیشن جولائی ۱۹۹۷ء میں جبکہ دوسرا ایڈیشن فروری ۱۹۹۸ء میں ادارہ منشورات اسلامی، منصورہ، لاہور سے شائع ہوا۔

۲۔ **العدالة الاجتماعية فى الاسلام**: اسکا پانچواں ایڈیشن **دار احیاء الکتب العربیة** قاہرہ نے شائع کیا ہے یہ کتاب ۱۹۴۷ء میں لکھی گئی ۱۹۴۸ء میں اسکا پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔اس کتاب کے اردو، فارسی، ترکی، انگریزی اور کئی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔اردو ترجمہ ہندوستان کے ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی نے ''اسلام کا عدل اجتماعی'' کے نام سے کیا تھا۔اس کتاب میں سید قطب نے ثابت کیا ہے کہ صرف اسلام ہی انسانیت کو عادلانہ معاشی نظام فراہم کرسکتا ہے، نہ اشتراکیت نہ ہی سرمایہ دارانہ جمہوریت۔

۳۔ **ھذا الدین**: اس کا دوسرا ایڈیشن **دار القلم** سے شائع ہوا۔اس کتاب کا ایک ایڈیشن **دار الشروق** بیروت سے بھی طبع ہوا ہے۔اسکا اردو ترجمہ جناب اظہر غوری ندوی نے کیا جو مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی سے ۱۹۴۷ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب **المستقبل لھذا الدین** کے نام سے بھی شائع ہوئی ہے۔

اس کتاب میں سید قطب نے اسلامی نظام کی خوبیاں اور خصوصیات بیان کی ہیں۔اسلامی نظام کیوں اور کیسے قائم کیا جائے؟اس سوال کا مدلل اور مفصل جواب یہ کتاب ہے۔(۷)

۴۔ **معرکة الاسلام والراسمالية**: (اسلام اور سرمایہ داری کی جنگ):اس کا دوسرا ایڈیشن **دار الاخوان للطباعة والصحافة** نے شائع کیا ہے۔اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا۔۱۹۵۲ء میں اس دوسرا ایڈیشن اور ۱۹۶۶ء میں سید قطب کی شہادت کے بعد تیسرا ایڈیشن عرب دنیا میں پھیل کر اپنے اثرات دکھا رہا تھا۔

ظلم واستبداد اور لوٹ کھسوٹ کے جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف سید قطب نے کھل کر لکھا جبکہ اس وقت آزادیِ فکر کے علمبردار ڈاکٹر طہٰ حسین اور احمد حسن زیات جیسے ادیب مصلحتوں کی چادر اوڑھ کر خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔

۵۔ **السلام العالمي والاسلام**: (عالمی سلامتی اور اسلام) اس کا تیسرا ایڈیشن **مکتبة وھبة شارع ابراھیم عابدین** قاہرہ سے شائع ہوا۔اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۵۲ء میں طبع ہوا،آخری باب میں امریکی اور روسی استعمار کی چالوں اور سازشوں کو بے نقاب کردیا ہے اس لیے مصری حکومت نے آخری باب کو کتاب سے حذف کرنے کا حکم دیا۔

۶۔ **دراسات اسلامية**: اسکا پہلا ایڈیشن **مکتبة لجنة الشباب المسلم** نے شائع کیا۔

۷۔ **التصوير الفني في القرآن**: اس کتاب کا آٹھواں ایڈیشن **دار المعارف مصر** نے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا۔اس موضوع پر سید قطب شہید نے ایک مضمون مصر کے معروف مجلّہ ''**المقتطف**''،میں ۱۹۲۹ء میں لکھا۔(التصوير الفني في القرآن ص نمبر: ۹) ،اس کتاب میں سید شہید نے اسالیب اعجاز قرآن پر بحث کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ اعجاز القرآن کا سب سے بڑا سبب قرآن کا انتہائی پر کشش اور جاذب قلب ونظر اسلوب بیان اور اسکی ادبی صورت ہے۔

۸۔ **مشاهد القيامة في القرآن**: (قرآن میں روز قیامت کے مناظر) اس کا چوتھا ایڈیشن **دار المعارف مصر** نے شائع کیا۔

۹۔ **معالم في الطريق**: (نشان راہ) اسکا ایک ایڈیشن **دار الشروق** نے ۱۹۷۳ء (۱۳۹۳ھ) میں شائع کیا۔ یہ سید شہید کی آخری تالیف ہے۔ اس میں آپ نے دنیا کے موجودہ حالات کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ اب دنیا تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے، جمہوریت اور اشتراکیت دونوں ناکام ہو چکے ہیں۔ انسانیت کے مسائل حل کرنے کی ان میں صلاحیت نہیں ہے۔ صرف اسلام ہی آج کے انسان کے تمام مسائل حل کر سکتا ہے۔(۸)

۱۰۔ **خصائص التصور الاسلامي و مقوماته، فكرة الاسلام عن الله و الانسان و الكون و الحياة**: (اسلامی تصور کی خصوصیات اور اسکی بنیادیں، اللہ، انسان، کائنات اور حیات کے بارے میں اسلام کا نکتۂ نظر) اسکا دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۷ء (۱۳۷۸ھ) میں شائع ہوا۔ اس کا اردو ترجمہ سید شہید احمد نے کیا جو کہ اسلامک بک پبلشرز لاہور نے شائع کیا۔

اس کتاب کی غرض و غایت خود مؤلف کے الفاظ میں:

> **"واخيرا فان هذا البحث ليس كتابا في الفلسفة ولا كتابا في الاصوات و لاكتابا في الميتا فينزيقا انه عمل يميله الواقع وهو يخاطب الواقع ايضا. لقد جاء الاسلام لينقذ البشرية كلها من الركام الذي كان ينوء بافكارها وحياتها."**
>
> (آخری بات، یہ تخلیق نہ تو کوئی فلسفہ کی کتاب ہے نہ ہی علم اصوات اور نہ ہی مابعد الطبیعات کوئی کتاب، بلکہ یہ کاوش حقیقت پر مبنی ہے۔ اس کا موضوع حقیقت ہے، اسلام اس لیے آیا تھا کہ پوری انسانیت کو اس تاریکی سے نجات دلائے جو اسکی زندگی اور افکار و نظریات پر چھائی ہوئی تھی)۔(۹)

۱۱۔ **النقد الادبي: اصوله و مناهجه**: (ادبی تنقید، اس کے اصول اور اسالیب) اسکا تیسرا ایڈیشن **دار المعارف** نے شائع کیا۔ یہ ایک خالص ادبی تخلیق ہے۔ ادب کی بنیاد نقد پر ہے۔

۱۲۔ **المدينة المسحورة**: (سحر زدہ شہر) اسکا پہلا ایڈیشن **دار سعد مصر فجالة** سے شائع ہوا۔ یہ بھی ایک خالص ادبی تخلیق ہے۔ جس میں **الف ليلة و ليلة** کی کہانیوں کے سلسلے کو سید قطب نے اپنے انداز میں آگے بڑھایا ہے۔

۱۳۔ **اشواک**: (کانٹے) یہ ناول سید قطب کی رومانوی فکر کا شاہکار ہے اس میں آپ نے جذبہ محبت کے پاکیزہ احساسات کو قلمبند کیا ہے۔

۱۴۔ **طفل من القرية**: اسکا پہلا ایڈیشن **لجنة النشر للجامعين** نے شائع کیا۔ یہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی آپ بیتی "الایام" کے انداز میں لکھی گئی ہے۔ یہ ایک آپ بیتی ہے۔ افسانوی ادب میں سید قطب کی تین تخلیقات ہیں۔

الف) طفل من القرية

ب) اشواک

ج) المدينة المسحورة

د) ان تینوں میں سب سے پہلے لکھی گئی کتاب "طفل من القرية" ہے۔اس ناول میں واقعیت کی بھرپور عکاسی ہے۔دیہاتی زندگی، وہاں کے باشندوں کا رہن سہن تعلیمی اور ثقافتی سطح کا نقشہ بڑے ہی خوبصورت اور دل کش انداز میں کھینچا ہے۔(۱۰)

۱۵۔ **الاطياف الاربعة:** اسکا پہلا ایڈیشن لجنة النشر للجامعين نے شائع کیا۔یہ چاروں بھائی بہنوں کی مشترکہ کاوش ہے۔

۱۶۔ **القصص الديني:** اسے بھی لجنة النشر للجامعين نے شائع کیا۔اسکی تالیف استاذ عبدالحمید جودۃ السحار کے اشتراک سے ہوئی۔

۱۷۔ **كتب و شخصيات:** مختلف کتب اور شخصیات پر انکے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے، ناشر لجنة النشر للجامعين ہے۔

۱۸۔ **مهمة الشاعر في الحياة:** (زندگی میں شاعر کا کردار)، اسکی اشاعت لجنة النشر للجامعين نے کی۔یہ سید قطب کی پہلی ادبی تخلیق ہے۔

۱۹۔ **نقد كتاب مستقبل الثقافة:** یہ مصر کے مشہور ادیب ڈاکٹر طہ حسین پر انکی تنقید ہے اس کتاب میں ڈاکٹر طہ حسین نے مصر کے نظام تعلیم کے بارے میں اپنے افکار و نظریات پیش کیے ہیں۔

۲۰۔ **امريكا التي رايت:** (امریکا جو میں نے دیکھا): وہ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۱ء تک امریکا میں رہے انہوں نے امریکی معاشرہ کو بہت قریب سے دیکھا۔یہ کتاب ان کے مشاہدات، تجربات اور احساسات کا مجموعہ ہے۔

۲۱۔ **نحو مجتمع اسلامي:** اس کتاب کا موضوع اسلامی معاشرہ کی خصوصیات ہے۔

۲۲۔ **الشاطئ المجهول:** یہ ایک شعری مجموعہ ہے۔

۲۳۔ **قافلة الرقيق:** غیر مطبوعہ دیوان ہے

۲۴۔ **حلم الفجر:** یہ بھی شعری مجموعہ ہے

۲۵۔ **الكاس المسمومة:** غیر مطبوعہ دیوان ہے

۲۶۔ **المستقبل لهذا الدين:** یہ کتاب ھذا الدین کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

اسلوب اور نمونہ نثر:

سید قطب کی نثر میں حسن ورعنائی کے ساتھ سلاست وروانی ہے ان کے استدلال اور استنباط میں انتہائی معقولیت موجود ہے۔ وہ اپنے نکتۂ نظر کو محکم دلائل کے ساتھ پوری وضاحت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اپنے مدعا کو بیان کرنے کے لیے نہایت مناسب الفاظ وتراکیب اختیار کرتے ہیں۔ اعجاز قرآن کے جس ادبی پہلو کو سید قطب نے ''فی ظلال القرآن'' اور ''التصویر الفنی فی القرآن'' میں اجاگر کیا ہے۔ ایسا عکس خود ان کی تحریروں میں موجود ہے۔ ان کی تحریر مسجع ومقفیٰ عبارت آرائی کے تکلف سے پاک ہے۔ لیکن اس میں ایک خاص نغمگی اور موسیقیت ہے۔

وہ ''التصویر الفنی فی القرآن''، ''الاھداء'' کے تحت رقمطراز ہیں:

''اے میری ماں! گاؤں میں رمضان کا پورا مہینہ جب ہمارے گھر پر قاری حضرات قرآن کی دل نشیں انداز میں تلاوت کیا کرتے تھے تو تو گھنٹوں کان لگا کر، پوری محویت کے ساتھ پردے کے پیچھے سنا کرتی تھی۔ میں تیرے پاس بیٹھا جب شور کرتا تھا جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے تو مجھے اشاروں کنایوں سے باز رہنے کی تلقین کرتی تھی اور پھر میں بھی تیرے ساتھ کان لگا کر سننے لگ جاتا۔ میرا دل الفاظ کے معجزانہ حسن سے محظوظ ہوتا اگرچہ میں اس وقت مفہوم سے ناواقف تھا۔

تیرے ہاتھوں میں جب پروان چڑھا تو تو نے مجھے بستی کے ابتدائی مدرسہ میں بھیج دیا۔ تیری سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ اللہ میرے سینے کو کھول دے اور میں قرآن حفظ کرلوں اور اللہ مجھے خوش الحانی سے نوازے اور میں تیرے سامنے بیٹھا ہر لمحہ تلاوت کیا کروں۔ چنانچہ میں نے قرآن حفظ کرلیا اور یوں تیری آرزو کا ایک حصہ پورا ہوگیا۔''

''اے ماں! تیرا ننھا بچہ، تیرا نوجوان لختِ جگر آج تیری تعلیم وتربیت کی طویل محنت کا ثمرہ تیری خدمت میں پیش کررہا ہے، اگر حُسنِ ترتیل کی اس میں کمی ہے تو حسنِ تاویل کی نعمت سے وہ ضرور بہرہ ور ہے۔''(۱۱)

آپکا بیٹا سید

اس کتاب کے پہلے عنوان **لقد وجدت القرآن** کے تحت لکھتے ہیں:

''ابھی میں چھوٹا بچہ تھا کہ قرآن پڑھنے لگا، مگر اسکے معانی ومطالب تک رسائی میرے لیے ممکن نہ تھی اور نہ ہی اس کے عمیق افکار کا میرا فہم ادراک کرسکتا تھا، تاہم میں اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا اور اپنے جی میں قرآن کی تلاوت سے عجب سی لذت محسوس کرتا تھا میرا سیدھا سادہ اور چھوٹا سا دماغ قرآن میں وارد شدہ بعض خیالات کو مجسم صورت میں میرے سامنے پیش کرتا یہ تصاویر گو سادہ اور بے نقش ورنگ ہوتیں تھیں مگر ان کی وجہ سے میں اپنے اندر عجیب ذوق وشوق اور لذت محسوس کرتا طویل عرصہ یہ کیفیت طاری رہی اور میں ان تصاویر سے لطف اندوز ہوتا رہا۔

ان سادہ تصاویر میں سے جو اس وقت میرے ذہن میں مرتسم ہوا کرتی تھیں ایک وہ تصویر تھی جو اس آیت کی تلاوت کرتے وقت میرے سامنے آن موجود ہوتی تھی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ... [اورلوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو کنارے پر (کھڑا ہوکر) خدا کی عبادت کرتا ہے۔اگراس کو کوئی (دنیاوی) فائدہ پہنچے تو اس کے سبب مطمئن ہوجائے اور اگرکوئی آفت پڑے تو الٹے پاؤں لوٹ جائے (یعنی پھر کافر ہوجائے) اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی۔یہی تو صریح نقصان ہے]۔(۱۲)

اس خیالی تصویر کو اگر میں کسی کے سامنے پیش کروں تو اسے ہنسنا نہیں چاہیے میری نگاہ کے سامنے یہ تصور یوں ابھرتا کہ میں ان دنوں ایک گاؤں میں رہتا تھا اور گاؤں کے قریب ہی وادی کا ایک خاص ٹیلہ میری نگاہ میں تھا اسے دیکھ کر میرے تصور میں یہ بات آتی تھی کہ گویا ایک شخص ہے جو ایک جھکے ہوئے بلند مکان کے کنارے یا تنگ سے ٹیلہ کی چوٹی پر کھڑا نماز پڑھ رہا ہے لیکن وہ کھڑا ہونے پر قادر نہیں بلکہ یوں کانپ رہا ہے گویا کہ گرا ہی چاہتا ہے۔اور میں اس کے سامنے کھڑا بڑے ذوق وشوق کے عالم میں یہ منظر دیکھ رہا ہوں اور عجیب کیف ونشاط محسوس کرتا ہوں۔

اس طرح جو تصویر مجسم ہوکر میرے سامنے آتی تھیں،ان میں سے ایک وہ ہے جو اس آیت کو پڑھتے ہی میرے سامنے آجاتی:

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَo وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ... (اورانہیں اس شخص کا حال سنادے جسے ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں پھر وہ ان سے نکل گیا پھر اس کے پیچھے شیطان لگا تو وہ گمراہوں میں سے ہوگیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی آیتوں کی برکت سے اس کا رتبہ بلند کرتے لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے تابع ہوگیا اس کا تو ایسا حال ہے جیسے کتا اس پر تو سختی کرے تو بھی ہانپے اور اگر چھوڑ دے تو بھی ہانپے یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا سو یہ حالات بیان کردے شاید کہ وہ فکر کریں)۔(۱۳)

میں اس آیت کے معنی ومطلب تو نہ سمجھتا تھا مگر اس کے پڑھتے ہی میرے چشم تصور کے سامنے ایک تصویر آموجود ہوتی میں دیکھتا کہ ایک شخص منہ کھولے،زبان لٹکائے میرے سامنے کھڑا برابر ہانپتا جارہا ہے۔میں اس کے سامنے کھڑا ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتا رہتا لیکن میں یہ نہ سمجھ سکا کہ وہ ایسا کیوں کررہا ہے میں اس کے قریب جانے کی جرات بھی نہیں کرسکتا تھا۔اس طرح کی مختلف صورتیں میرے کوتاہ ذہن میں منقش ہوتی تھیں اور میں ان میں غور وفکر کرتے ہوئے بہت لطف اندوز ہوتا،ان ہی کی وجہ سے مجھ میں ذوق تلاوت پیدا ہوا اور قرآن کریم کی تلاوت کے وقت اس کی وادیوں میں ایسی تصاویر کو تلاش کرتا رہتا تھا''۔(۱۴)

''وہ بچپن کے دن اپنی شیریں یادوں اور سادہ خیالات سمیت گزر گئے۔اب زمانہ بدل گیا اور میں نے علمی اداروں میں تحصیل علم کا آغاز کیا۔کتب تفسیر نظر سے گزریں اور اساتذہ سے تفسیر قرآن کا درس لیا لیکن افسوس بالائے افسوس کہ وہ شیریں اور حسین وجمیل قرآن جس کی تلاوت میں بچپن میں کیا کرتا تھا، مجھے کہیں نظر نہ آیا۔

ہائے افسوس! قرآن میں حسن وجمال کے وہ سارے نشانات خواب وخیال ہوگئے۔لذت واشتیاق سے قرآن خالی ہوگیا، کیا یہ دو قرآن ہیں؟ ایک بچپن کا شیریں، سہل، ذوق انگیز اور شوق افزا قرآن اور دوسرا عالم شباب کا مشکل اور پیچیدہ اور بظاہر غیر مربوط! شاید یہ تاثرات مقلدانہ انداز تفسیر کا کرشمہ تھے۔میرے اندر ایک نئے رجحان نے انگڑائی لی اور میں نے کتب تفسیر سے صرفِ نظر کر کے قرآن کو خود اس کی مدد سے پڑھنا شروع کیا۔اور اب پھر مجھے میرا کھویا ہوا حسین اور پیارا قرآن مل گیا۔وہی شوق انگیز لذیذ تصویریں میری نگاہ کے سامنے گھومنے لگیں۔صرف اتنا فرق تھا کہ پہلی سی سادگی باقی نہ رہی تھی، کیونکہ میرے فہم وادراک کے زاویے تبدیل ہو چکے تھے۔اب میں ان تصاویر کے اغراض ومقاصد سمجھنے لگا تھا اور جانتا تھا کہ یہ تصویریں نہیں مثالیں ہیں جو فہم قرآن کے لیے بیان کی گئی ہیں۔ان میں کسی واقعہ کی منظر کشی نہیں کی گئی۔لیکن ان تصاویر کی سحر طرازی کا وہی عالم تھا۔ان میں ہنوز وہی جاذبیت اور اثر آفرینی باقی تھیں۔الحمدللہ میں نے قرآن کو پھر سے تلاش کر لیا''۔(۱۵)

اس کتاب میں سید قطب نے کس خوبصورتی سے قرآن کی ادبی خصوصیات کو واضح کیا ہے اس کا تجزیہ طوالت کا متقاضی ہے۔جسکا جائزہ کسی اور مناسب موقع پر کریں گے۔

سید قطب نے قرآن میں غوطہ زن ہوکر اسکی ادبیت کو اجاگر کیا ہے کہ قرآن کا ہر جملہ اور ہر جملے کا ہر لفظ اور ہر لفظ کا ہر حرف اپنے موقع ومحل اور موضوع سے گہری مناسبت رکھتا ہے۔یہی ہم آہنگی اور گہری مناسبت آپکی دیگر تخلیقات میں بھی پائی جاتی ہے۔

معالم فی الطریق:

''**معالم فی الطریق**'' سید قطب کی آخری تصنیف ہے جس کو اگر انکی تمام تخلیقات کا جامع نچوڑ اور خلاصہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔خود سید صاحب مقدمہ میں اس کتاب کے مسودہ کے متعلق رقمطراز ہیں:

''اس کتاب کے چار ابواب میری 'تفسیر فی ظلال القرآن' سے ماخوذ ہیں، جن میں میں نے موضوع کی رعایت سے کچھ ترمیم واضافہ کر دیا ہے۔اس مقدمہ کے علاوہ بقیہ آٹھ ابواب میں نے

مختلف اوقات میں قلمبند کیے ہیں۔قرآن حکیم کے پیش کردہ ربّانی نظریۂ حیات پر غور وفکر کے دوران میں مختلف اوقات میں مجھ پر جو حقائق منکشف ہوئے، وہ میں نے ان ابواب میں سپرد قلم کر دیے ہیں۔ یہ خیالات بظاہر بے جوڑ اور منتشر معلوم ہوں گے۔مگر ایک بات ان سب میں مشترک ملے گی، اور وہ یہ کہ یہ خیالات 'نشان راہ' ہیں۔ظاہر ہے کہ ہر راستے کی علامات کا یہی حال ہوتا ہے۔مجموعی طور پر یہ گزارشات 'معالم فی الطریق' کی پہلی قسط ہیں۔اور امید ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کتاب کو پیش کرنے کی توفیق دی ہے،اس موضوع پر اور بھی چند مجموعے پیش کرنے کی توفیق نصیب ہوگی۔'' (۱۶)

اس کتاب میں سید صاحب نے اسلام کے ہمہ گیر تصور کو بنیادی طور پر موضوعِ بحث بنایا ہے۔اس تصور کے مختلف پہلوؤں کو سید قطب نے کس طرح سمیٹا ہے اس کے لیے ہم کتاب کی فہرست پر اک نظر ڈالتے ہیں:

مقدمہ، قرآن کی تیار کردہ لاثانی نسل، قرآن کا طریقِ انقلاب، اِسلامی معاشرے کی خصوصیات اور اس کی تعمیر کا صحیح طریقہ، جہاد فی سبیل اللہ، لا الٰہ الا اللہ: اسلام کا نظامِ حیات، آفاقی ضابطۂ حیات، اسلام ہی اصل تہذیب ہے، اِسلام اور ثقافت، مسلمان کی قومیت، دوررس تبدیلی کی ضرورت، ایمان کی حکمرانی، وادیٔ پرخار۔ (۱۷)

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک انقلابی کتاب ہے جس میں ہر سلیم الفطرت انسان کو ایک صحیح انقلاب کی دعوت دی گئی ہے۔کہ آج مغرب کے جمہوری اور اشترا کی نظام انسانیت کے مسائل حل کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں اپنی مادی ترقی کے باوجود انسانیت کو عدل وانصاف وامن سکون نہیں دے سکے انسانیت کے مسائل صرف اسلام ہی حل کر سکتا ہے بشرطیہ کہ مسلمان صرف اسلام کے علمبردار بنیں کسی اور نعرے کے علمبردار نہ بنیں۔

مقدمے کے دوران مسلح افواج کے میگزین ''مجلة القوات المسلمة'' کے شمارہ یکم اکتوبر ۱۹۶۵ء (نمبر شمار ۴۶۶) میں سید قطب پر لگائی گئی فرد جرم شائع ہوئی۔اس میں انہیں باغی اور غدار ٹھیرایا گیا تھا کہ وہ مصر میں وسیع پیمانے پر توڑ پھوڑ کرنا چاہتے تھے اور مصری حکام اور مصر کے تمام فنکاروں اور فنکاراؤں کو قتل کرنے کی سازش تیار کر رہے تھے۔اس کے ثبوت کے طور پر ان کی تصنیف معالم فی الطریق کے اقتباسات پیش کیے گئے تھے۔

قارئین کی دلچسپی کے لیے ہم سید کے اسلوب نثر کا جائزہ لیتے ہوئے اس کے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔

سید قطب کی تحریروں میں واقعیت کا پہلو خاصہ نمایاں ہے۔انسانی معاشرے کے گھمبیر مسائل اور ان کا حل آپ کی تصانیف کا خاص موضوع رہا ہے۔انسانیت کی ہمہ گیر تباہی کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آج انسانیت جہنم کے کنارے کھڑی ہے۔ہمہ گیر تباہی کا خطرہ اس کے سر پر منڈلا رہا ہے،لیکن یہ خطرہ تو محض ظاہری علامت ہے،اصل مرض نہیں۔بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آج انسانیت کا

دامن ان اقدارِ حیات سے خالی ہو چکا ہے، جن سے اسے نہ صرف صحت مندانہ بالیدگی حاصل ہوتی ہے، بلکہ حقیقی ارتقا بھی نصیب ہوتا ہے۔ خود اہلِ مغرب پر بھی اپنا یہ روحانی افلاس خوب اچھی طرح آشکارا ہو چکا ہے، کیوں کہ تہذیبِ مغرب کے پاس انسانیت کے سامنے پیش کرنے کے لیے آج کوئی صحت مند نظریۂ حیات باقی نہیں، بلکہ اس کے روحانی دیوالیہ پن کا آج تو یہ حال ہے کہ اسے خود اپنے وجود و بقا کے لیے کوئی بھی ایسی معقول بنیاد یا وجۂ جواز نہیں مل رہی جس سے اور کچھ نہیں تو کم از کم اپنے ضمیر ہی کو مطمئن کر سکتی۔ جمہوریت مغرب میں بانجھ ثابت ہو چکی ہے جس کی وجہ سے مغرب مشرقی افکار و نظریات اور نظام ہائے حیات کی خوشہ چینی پر مجبور نظر آتا ہے۔ سوشلزم کے پردے میں مشرقی کیمپ کے اقتصادی تصورات کو جس طرح مغرب میں اپنایا جا رہا ہے، وہ اس کی ایک نمایاں مثال ہے۔

دوسری طرف خود مشرقی کیمپ کا حال بھی پتلا ہے مشرق کے اجتماعی نظریات کو لیجیے، ان میں مارکسزم پیش پیش ہے، یہ نظریہ شروع شروع میں مشرقی دنیا، بلکہ خود اہلِ مغرب کی ایک کثیر تعداد کو بھی، اپنی جانب کھینچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کی کامیابی کی وجہ صرف یہ تھی کہ یہ محض ایک نظام ہی نہ تھا بلکہ اس پر عقیدہ کی چھاپ بھی لگی ہوئی تھی۔ مگر اب مارکسزم بھی فکری اعتبار سے مات کھا چکا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اب یہ ایک ایسی ریاست کا نظام بن کر رہ گیا ہے جسے مارکسزم سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ بہ حیثیت مجموعی یہ نظریہ انسانی فطرت کی ضد واقع ہوا ہے، اور انسانی فطرت کے تقاضوں سے متحارب ہے۔ یہ صرف خستہ اور زبوں حال ماحول ہی میں پھل پھول سکتا ہے۔ یا پھر اس کے لیے وہ ماحول سازگار ہوتا ہے جو طویل عرصہ تک ڈکٹیٹر شپ برداشت کرتے کرتے اس سے مانوس ہو چکا ہو۔ لیکن اب تو اس طرح کے پامال اور بے جان ماحول میں بھی اس کا مادہ پرستانہ اقتصادی تجربہ ناکام ثابت ہو رہا ہے۔ حالانکہ یہی وہ واحد پہلو ہے جس پر اس کی پوری عمارت قائم ہے، اور جس پر اسے ناز ہے۔ روس اشتراکی نظام کے علمبردار ملکوں کا سرخیل ہے۔ مگر اس کی غذائی پیداوار روز بروز گھٹتی جا رہی ہے۔ حالانکہ زار کے عہد میں بھی روس فاضل اناج پیدا کرتا رہا ہے۔ مگر اب وہ باہر سے اناج درآمد کر رہا ہے۔ اور روٹی حاصل کرنے کے لیے اپنے سونے کے محفوظ ذخائر تک بیچ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اجتماعی کاشت کا نظام یکسر ناکام ہو چکا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ نظام جو انسانی فطرت کے سراسر خلاف ہے اپنے ہاتھوں شکست کھا چکا ہے"۔ (۱۸)

سید صاحب کے افکار و نظریات مثبت، تعمیری اور حقیقت پسندی پر مبنی ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی بھی انسانی معاشرہ کے تابناک مستقبل سے ناامید نہیں ہوئے بلکہ ان کا قلم ہمیشہ روشن مستقبل کی نویدیں سناتا رہا، انکی تحریریں بنی نوع میں قوتِ حیات، خود اعتمادی اور کر گزرنے کا جذبہ پیدا کرتی ہیں اسی مناسبت سے وہ لکھتے ہیں:

''ان حالات کی روشنی میں یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہے کہ انسانیت اب ایک نئی قیادت کی محتاج ہے۔اب تک انسانیت کی یہ قیادت اہل مغرب کے ہاتھ میں تھی مگر اب یہ قیادت روبہ زوال ہے۔اور جیسا کہ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں، اس قیادت کے زوال کا یہ سبب نہیں ہے کہ مغربی تہذیب مادی لحاظ سے مفلس ہو چکی ہے، یا اقتصادی اور عسکری اعتبار سے مضمحل ہو گئی ہے۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ مغربی انسان ان زندگی بخش اقدار سے محروم ہو چکا ہے جن کی بدولت وہ قیادت کے منصب پر فائز رہ سکتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ اب تاریخ کے اسٹیج پر اس کا رول تمام ہو چکا ہے اور ایک ایسی قیادت کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے جو ایک طرف یورپ کی تخلیقی ذہانت کے نتیجے میں حاصل ہونے والی مادی ترقی کی حفاظت کر سکے اور اسے مزید نشوونما دے سکے، اور دوسری طرف انسانیت کو ایسی اعلیٰ اور اکمل اقدار حیات بھی عطا کر سکے، جن سے انسانی علم اب تک نا آشنا رہا ہے، اور ساتھ ہی انسانیت کو ایک ایسے طریقِ زندگی سے بھی روشناس کرا سکے جو انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہو، مثبت اور تعمیری ہو، اور حقیقت پسندانہ ہو۔ یہ حیات آفرین اور منفرد نظام حیات صرف اسلام کے پاس ہے۔اسلام کے سوا کسی اور ماخذ سے اس کی جستجو لا حاصل ہے۔

علمی ترقی کی تحریک بھی اپنی افادیت کھو چکی ہے۔اس تحریک کا آغاز سولہویں صدی عیسوی میں علمی بیداری کے ساتھ ہی ہو گیا تھا، اٹھارویں اور انیسویں صدی اس کا زمانہ عروج تھا۔مگر اب اس کے پاس بھی کوئی سرمایۂ حیات باقی نہیں رہا۔

تمام وطنی اور قومی نظریات جو اس دور میں نمودار ہوئے، اور وہ تمام اجتماعی تحریکیں جو ان کی نظریات کی بدولت برپا ہوئیں ان کے پاس بھی اب کوئی نیا حربہ باقی نہیں رہا ہے۔الغرض ایک ایک کر کے تمام انفرادی اور اجتماعی نظریات اپنی ناکامی کا اعلان کر چکے ہیں''۔(۱۹)

امتِ مسلمہ کے گمِ گشتہ مقصد کی یاد دہانی کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس انتہائی نازک، ہوش رُبا اور اضطراب انگیز مرحلے میں تاریخ کے اسٹیج پر اب اسلام اور امت مسلمہ کی باری آئی ہے۔اسلام موجودہ مادی ایجادات کا مخالف نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو مادی ترقی کو

انسان کا فرض اولیں قرار دیتا ہے۔زمین پر نیابتِ الٰہی کے منصب پر فائز ہونے کے بعد پہلے دن سے ہی اس کو جتادیا تھا کہ مادّی ترقی کا حصول اس کا فرض اولیں ہے۔چنانچہ اس سے بھی آگے بڑھ کر اسلام چند مخصوص شرائط کے تحت مادّی جدوجہد کو عبادت الٰہی کا درجہ دیتا ہے۔اور اسے تخلیق انسانی کی غرض وغایت کو پورا کرنے کا ایک ذریعہ تصور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً... (اور یاد کر جب تیرے رب نے فرشتوں کو کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں)۔(۲۰)

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ... (اور میں نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیے کہ وہ میری بندگی کریں)۔(۲۱)

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو جس مقصد کے لیے اٹھایا ہے اب وقت آ گیا ہے کہ امت مسلمہ اپنے اس مقصد وجود کو پورا کرے۔اس بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ.. (تم دنیا میں بہترین گروہ ہو جسے انسانوں کی ہدایت کے لیے میدان میں لایا گیا ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو)۔(۲۲)

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا(۲۳)... (اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک امت وسط بنایا ہے تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ اور رسول تم پر گواہ ہو)۔(۲۴)

دور حاضر میں امتِ مسلمہ کی ازسر نو تشکیل کے مراحل پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اسلام اپنا رول اس وقت تک ادا نہیں کر سکتا جب تک وہ ایک معاشرے کی صورت میں جلوہ گر نہ ہو۔دوسرے لفظوں میں اپنا صحیح رول ادا کرنے کے لیے اسلام کے لیے ایک امت اور قوم کی شکل اختیار کرنا گزیر ہے۔دنیا نے کسی دور میں، اور بالخصوص دورِ حاضر میں، کبھی ایسے خالی خولی نظریہ پر کان نہیں دھرا جس کا عملی مظہر اسے جیتی جاگتی سوسائٹی میں نظر نہ آئے۔اس لحاظ سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ امت مسلمہ کا 'وجود' کئی صدیوں سے معدوم ہو چکا ہے کیونکہ امت مسلمہ کسی ملک کا نام نہیں ہے جہاں اسلام بستا رہا ہے، اور نہ کسی 'قوم' سے عبارت ہے جس کے آباء اجداد تاریخ کے کسی دور میں اسلامی نظام کے سائے میں زندگی گزارتے رہے ہیں بلکہ یہ اس انسانی جماعت کا نام ہے جس کے طور طریق، افکار و نظریات، قوانین وضوابط، اقدار اور معیار ردّ وقبول سب کے

سوتے اسلامی نظام کی منبع سے پھوٹتے ہیں۔ان اوصاف وامتیازات کی حامل امت مسلمہ اسی لمحہ اپنا وجود کھو چکی ہے، جس لمحہ روئے زمین پر شریعت الٰہی کے تحت حکمرانی وجہانبانی کا فریضہ معطل ہوا ہے۔لیکن اگر اسلام کو دوبارہ وہ کردار ادا کرنا ہے جس کے لیے آج انسانیت چشم براہ ہے تو ناگزیر ہے کہ پہلے امت مسلمہ کے اصل وجود کو بحال کیا جائے،اوراس امت مسلمہ کو ازسرنو زندہ کیا جائے جس پر کئی نسلوں کا ملبہ پڑا ہوا ہے، جو غلط نظریات کے انباروں میں دبی پڑی ہے، جو خودساختہ اقدار ودساتیر کے ڈھیروں میں پنہاں ہے جن کا اسلام اور اسلام کے طریقۂ حیات سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے مگر اس کے باوجود اب تک اس خام خیالی میں مبتلا ہے کہ اس کا وجود قائم ودوائم ہے اور نام نہاد ’عالم اسلامی‘ اس کا مسکن ہے!

میں اس بات سے بے خبر نہیں ہوں کہ تجدید واحیا کی کوشش اور حصول قیادت کے درمیان بڑا طویل فاصلہ ہے۔ادھر امت مسلمہ کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے اصل ’وجود‘ کو عرصۂ طویل سے فراموش کر چکی ہے،اور تاریخ کے اسٹیج سے رخصت ہوئے اسے زمانہ دراز گزر چکا ہے۔غیر حاضری کے اس طویل وقفے میں انسانی قیادت کے منصب پر مختلف نظریات وقوانین،اقوام اور کچھ روایات قابض پا گئی ہیں۔یہی وہ دور تھا جس میں یورپ کے عبقری ذہن نے سائنس، کلچر، قانون اور مادی پیداوار کے میدان وہ حیرتناک کارنامے انجام دیئے، جن کے باعث اب انسانیت ماڈی ترقی اور ایجادات کے نکتۂ عروج پر پہنچ چکی ہے۔چنانچہ ان کمالات یا ان ایجادات کے موجدین پر بآسانی انگلی نہیں اٹھائی جاسکتی۔خصوصاً اس حالت میں جبکہ وہ خطۂ زمین بھی جسے ’دنیائے اسلام‘ کے نام سے پکارا جاتا ہے ان ایجادات سے قریب قریب خالی ہے۔مگر ان تمام باتوں کے باوجود اسلام کا احیاء نہایت ضروری ہے۔احیائے اسلام کی ابتدائی کوشش اور حصولِ امامت کے درمیان خواہ کتنی ہی لمبی مسافت حائل ہو اور خواہ کتنی ہی گھاٹیاں سدِّ راہ ہوں، احیائے اسلام کی تحریک سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔یہ تو اس راہ میں پہلا قدم ہے اور ناگزیر مرحلہ!‘‘ (۲۵)

نئی قیادت کے لیے امامتِ عالم کے نقوش واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

’’ہمیں اپنا کام علی وجہ البصیرت کرنے کے لیے متعین طور پر یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کیا صلاحیتیں ہیں جن کی بنا پر امت مسلمہ امامت عالم کا فریضہ ادا کرسکتی ہے یہ اس لیے ضروری ہے تاکہ ہم تجدید واحیا کے پہلے ہی مرحلے میں ان صلاحیتوں کی تفصیل اور تشخیص میں کسی غلطی کا شکار نہ ہوجائیں۔

امت مسلمہ آج اس بات پر قادر ہے اور نہ اس سے یہ مطلوب ہے کہ وہ انسانیت کے سامنے ماڈی

ایجادات کے میدان میں ایسے غیر معمولی تفوق کا مظاہرہ کرے، جس کی وجہ سے اس کے آگے انسانوں کی گردنیں جھک جائیں، اور یوں اپنی اس مادّی ترقی کی بدولت وہ ایک بار پھر اپنی عالمی قیادت کا سکہ منوالے۔ یورپ کا عبقری دماغ اس دوڑ میں بہت آگے جا چکا ہے۔ اور کم از کم آئندہ چند صدیوں تک اس امر کی کوئی توقع نہیں کی جاسکتی کہ یورپ کی مادّی ترقی کا جواب دیا جاسکے یا اس پر تفوق حاصل کیا جاسکے۔

لہٰذا ہمیں کسی دوسری صلاحیت کی ضرورت ہے۔ ایسی صلاحیت جس سے تہذیب حاضر عاری ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مادی ترقی کے پہلو کو سرے سے نظرانداز کر دیا جائے۔ بلکہ اس معاملے میں بھی پوری جانفشانی اور جدوجہد لازم ہے۔ لیکن اس نکتۂ نظر سے نہیں کہ ہمارے نزدیک موجودہ مرحلے میں یہ انسانی قیادت کے حصول کے لیے کوئی ناگزیر صلاحیت ہے، بلکہ اس نکتۂ نظر سے کہ یہ ہمارے وجود و بقا کی ایک ناگزیر شرط ہے۔ اور خود اسلام جو انسان کو خلافتِ ارضی کا وارث قرار دیتا ہے، اور چند مخصوص شرائط کے تحت کارِ خلافت کو عبادت الٰہی اور تخلیق انسانی کی غرض و غایت خیال کرتا ہے، مادی ترقی کو ہم پر لازم ٹھہراتا ہے۔

انسانی قیادت کے حصول کے لیے مادّی ترقی کے علاوہ کوئی اور صلاحیت درکار ہے۔ اور یہ صلاحیت صرف وہ عقیدہ اور نظامِ زندگی ہو سکتا ہے جو انسانیت کو ایک طرف یہ موقع دے کہ وہ مادّی کمالات کا تحفظ کرے، اور دوسری طرف اس طمطراق کے ساتھ پورا کرے جس طرح موجودہ مادّی ذہن نے پورا کیا ہے۔ اور پھر یہ عقیدہ اور نظامِ حیات عملاً ایک انسانی معاشرے کی شکل اختیار کرے یا بالفاظِ دیگر ایک مسلم معاشرہ اس کا نمائندہ ہو۔'' (۲۵)

اس معرکۃ الآراء کتاب کا اختتام اس طرح ہوتا ہے۔

''یہاں ایک اور حقیقت قابل غور ہے جس کی طرف قرآن نے اصحاب الاخدود کے واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ذیل کی آیت میں اشارہ کیا ہے:

وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّآ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ... (اور وہ اہل ایمان سے صرف اس وجہ سے چڑے کہ وہ اللہ عزیز وحمید پر ایمان لا چکے تھے)۔ (۲۷)

اس حقیقت قرآن پر بھی داعیانِ حق کو ہر دور اور ہر ملک کے داعیانِ حق کو گہری نگاہ سے غور و تامل کرنا چاہیے۔ اہلِ ایمان اور ان کے حریفوں کے درمیان جو جنگ برپا ہے یہ درحقیقت عقیدہ وفکر کی جنگ ہے، اس کے سوا اس جنگ کی اور کوئی حیثیت قطعاً نہیں ہے۔ ان مخالفین کو مومنین کے صرف ایمان سے عداوت ہے اور ان کی تمام برافروختگی اور غیض و غضب کا سبب وہ عقیدہ

ہے جسے مومنین نے حرز جاں بنا رکھا ہے۔ یہ کوئی سیاسی جنگ ہرگز نہیں ہے۔ نہ یہ اقتصادی یا نسلی معرکہ آرائی ہے۔ اگر اس نوعیت کا کوئی جھگڑا ہوتا تو اسے با آسانی چکایا جا سکتا تھا۔ اور اس کی مشکلات پر قابو پایا جا سکتا تھا لیکن یہ تو اپنے جوہر و روح کے لحاظ سے خالصتاً ایک فکری جنگ ہے۔ یہاں امر متنازع فیہ یہ ہے کہ کفر رہے گا یا ایمان جاہلیت کا چلن ہوگا یا اسلام کی حکومت!

مشرکین کے سرداروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال و دولت، حکومت اور دوسرے ہر طرح کے دنیوی مفادات پیش کیے اور ان کے مقابلے میں صرف ایک چیز کا مطالبہ کیا اور وہ یہ کہ آپ عقیدہ کی جنگ ترک کر دیں، اور اس معاملے میں ان سے کوئی سودے بازی کر لیں۔ اور اگر آپ ان کی یہ خواہش پوری کر دیتے تو آپ کے ان کے درمیان کوئی جھگڑا باقی نہ رہتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ایمان و کفر کا مسئلہ ہے اور اس کشمکش کی تمام تر بنیاد عقیدہ پر ہے۔ مومنین کو جہاں کہیں اعداء سے سامنا ہو یہ بنیادی حقیقت ان کے دل و دماغ پر منقش رہنی چاہیے۔ اس لیے کہ اعداء کی تمام تر عداوت و خفگی کا سبب صرف یہ عقیدہ ہے کہ ''وہ اس اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جو غالب اور حمید ہے'' اور صرف اسی کی اطاعت کرتے ہیں اور اسی کے آگے سرافگندہ ہیں۔

اعداء یہ ہتھکنڈہ بھی استعمال کر سکتے ہیں کہ عقیدہ و نظریہ کے بجائے کسی اور نعرہ کو اس جنگ کا شعار بنا دیں۔ اور اسے اقتصادی یا سیاسی یا نسلی جنگ ثابت کرنے کی کوشش کریں تا کہ مومنین کو اس معرکہ کی اصل حقیقت کے بارے میں گھپلے میں ڈال دیں اور عقیدہ کی جو مشعل ان کے سینوں میں فروزاں ہے اسے بجھا دیں۔ اہلِ ایمان کو اس بارے میں کسی دھوکے کا شکار نہ ہونا چاہیے۔ اور انہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اعداء کے یہ الجھاوے ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہیں۔ اور جو اس جنگ میں کوئی اور نعرہ بلند کرتا ہے تو دراصل وہ یہ چاہتا ہے کہ اہلِ ایمان کو اس ہتھیار سے محروم کر دے جو ان کی کامیابی و ظفرمندی کا اصل راز ہے، یہ کامیابی جس شکل میں بھی ہو۔ چاہے اس روحانی بلندی اور آزادی کے رنگ میں ہو جو اخدود کے واقعہ میں اہلِ ایمان کو نصیب ہوئی یا اس بلندی کی بدولت حاصل ہونے والے مادی غلبہ کی صورت میں جس سے صدر اول کے مسلمان سرفراز ہوئے۔''

''مقصدِ جنگ اور شعار معرکہ کو مسخ کرنے کی مثال آج ہمیں بین الاقوامی عیسائیت کی اس کوشش میں نظر آتی ہے، جو ہمیں اس فکری جنگ کے بارے میں طرح طرح کے فریبوں میں مبتلا کرنے کے لیے صرف ہو رہی ہے اور تاریخ کو مسخ کر کے یہ افترا پردازی کی جا رہی ہے صلیبی جنگوں کے پس پردہ سامراجی حرص کار فرما تھی، یہ سراسر جھوٹ ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سامراج جس کا ظہور ان جنگوں کے بہت بعد ہوا ہے وہ صلیبی روح کا آلہ کار بنا رہا ہے۔ کیونکہ یہ صلیبی روح جس طرح قرون وسطیٰ میں کھل کر کام کرتی رہی ہے اس طرح اب وہ بغیر نقاب کے نہیں آ سکتی تھی۔ یہ عقیدۂ اسلام کے ان معرکوں میں پاش پاش ہو چکی تھی جو مختلف النسل مسلمان رہنماؤں کی قیادت میں برپا ہوئے۔ ان میں صلاح الدین اور خاندانِ ممالیک کے توران شاہ کُردی تھے۔ ان لوگوں نے اپنی قومیتوں کو فراموش کر کے صرف عقیدہ اور نظریہ ہی کو یاد

رکھا۔اور عقیدہ ہی کی بدولت وہ ان کامیابیوں سے ہم کنار ہوئے۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ (۲۸)۔۔(اللہ تعالیٰ کا فرمان بالکل سچا ہے،اور یہ جعل ساز اور فریب پیشہ لوگ جھوٹے ہیں)۔(۲۹)

اگر طوالت دامن گیر نہ ہوتی تو ہم سید قطب کی نثر کی اس قسم کی مزید مثالیں پیش کرتے جسے آج کی اصطلاح میں ''دینی نثر'' اور''النثر الاجتماعی''کہا جاتا ہے۔خصوصاً ہم ان کی تفسیر''فی ظلال القرآن''کی نمایاں ادبی خصوصیات کا جائزہ لیتے لیکن مذکورہ مثالوں سے ان کی دینی اور معاشرتی نثر کا اسلوب واضح ہو چکا ہے۔اس لیے اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے۔

سید قطب کے بارے میں جو کتب لکھی گئیں ان میں سے چند یہ ہیں:

- سید قطب اوثورة الفکر الاسلامی از محمد علی قطب
- سید قطب حیاته وادبه، از عبدالباقی محمد حسن
- العالم الربانی الشهید سید قطب از عبد العشماوی احمد سلیمان.
- سید قطب: خلاصة حیاته ومنهاجه فی الحرکه والنقد الموجه الیه از احمد توفیق برکات،دار الدعوة،بیروت
- سید قطب الشهید الحرّاز، دکتور صلاح عبدالفتاح الخالدی،مکتبة الاقصی،عمان،اردن،ط: ۱۴۰۲ھ،۱۹۸۱ء
- امریکا من الداخل بمنظار سید قطب، از صلاح عبدالفتاح الخالدی
- سید قطب من المیلاد الی الاستشهاد از صلاح عبدالفتاح الخالدی
- سید قطب من القریة الی المشنقة از عادل حموده
- مذبح الاخوان فی سجون ناصر از جابر رزق
- مع سید قطب فی فکرة السیاسی،والدین ازمهدی فضل الله
- سید قطب وتراثه الادبی والفکری از ابراهیم عبدالرحمن البلیهی
- سید قطب الادیب الناقد:عبدالله عوض الخباض
- دیوان سید قطب: جمع وتحقیق،عبد الباقی محمد حسن.
- سید قطب: صفحات مجهولة از محمد سید برکة
- من اعلام الحرکة الاسلامیة از المشار عبدالله العقیل
- سید قطب ومنهجه فی الدعوة از بدیرمحمد بدیر، دار نورالاسلام، مصر ۱۴۲۳ھ،۲۰۰۲ء
- سید قطب شهید:حیات وخدمات از ڈاکٹر عبیدالله فهد صلاحی وڈاکٹر محمد صلاح الدین عمری،ط: منشورات،منصوره،لاهورطبع اول ۱۹۹۹ء (اردو)

☆ Great Muslims of the 20th Century: Sayyad Qutb by Dr. Ahmed El-Kadi.

☆ Sayyad Qutb - biography by Ted Thornton.

☆ Sayyad Qutb and his Influence, interview with Professor Ibrahim Abu-Rabi, 8 November 2001.

☆ Remembering Sayyad Qutb by Zafar Bangash.

☆ Sayyad Qutb and the Origins of Radical Islamism By John Calvert

☆ Man, Society, And Knowledge In The Islamist Discourse Of Sayyad Qutb Virginia Polytechnic

Institute and State University (April, 1998) by Ahmed Bouzid,

☆ The Thought of Sayyad Qutb: Radical Islam's Philosophical Foundations by Loboda, Luke,

☆ Sayyad Qutb's Milestones by Swenson, Elmer

مراجع وحواشی

(۱) صلاح عبدالفتاح الخالدي، سید قطب الشهيدالحی ص:۵۴،طبع اول: ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۱ء الاقصی، عمان، اردن، برقی پتا: http://www.maktbtna2211.com/book/7927

(۲) سیدقطب شہید (حیات وخدمات)،عبیداللہ فہد،محمد صلاح الدین عمری،طبع اول:منشورات،منصورہ ملتان روڈ،لاہور،جولائی ۱۹۹۹ء

(۳) سیدقطب من المیلا دالی الاستشهاد، صلاح عبدالفتاح الخالدي،ص:۱۶،طبعہ:دوئم:۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۴ء، ناشر: دارالقلم-الدارالشامیۃ، برقی پتا: http://majles.alukah.net/search.php?searchid=67538

(۴) نفس مصدرص:۱۰۸

(۵) جادہ ومنزل ترجمہ: معالم فی الطریق،ازسیدقطب شہیدرحمہ اللہ،مترجم:خلیل احمد حامدی،ص:۲۴۔۲۶،طبعہ:۱۸، اسلامک پبلیکشنز (پرائیوٹ)لمٹیڈ،اشاعت: جولائی ۲۰۰۵ء

(۶) یوسف العظم ،الشہید سیدقطب،ص۵۰۔۵۱،دارالقلم بیروت،طبع اول:۱۴۰۰ھ۔۱۹۸۰ء

(۷) سیدقطب شہید (حیات وخدمات) عبیداللہ فہد،محمد صلاح الدین عمری،ص:۶۔۷،طبع اول:منشورات،منصورہ ملتان روڈ،لاہور،جولائی ۱۹۹۹ء

(۸) معالم فی الطریق،ازسیدقطب،ص:۲۔۵،طبعہ،دہم،دارالشروق،بیروت،۱۴۰۳۔۱۹۸۳ء

(۹) اسلامی تصور کی خصوصیات اوراسکی بنیادیں،اللہ،انسان،کائنات اورحیات کے بارے میں اسلام کا نکتۂ نظر)اسکا دوسراایڈیشن ۱۹۶۷ء (۱۳۷۸ھ) میں شائع ہوا،اس کا اردوترجمہ سیدشہیداحمد نے کیا جوکہ اسلامک بک پبلشرز لاہور نے شائع کیا

(۱۰) سیدقطب شہید (حیات وخدمات) عبیداللہ فہد،محمد صلاح الدین عمری،ص:۱۷۵۔۱۸۵

(۱۱) التصویرالفنی فی القرآن کا انتساب، جادہ ومنزل ترجمہ: معالم فی الطریق،ازسیدقطب شہیدرحمہ اللہ،مترجم:خلیل احمد حامدی،ص:۱۷، طبعہ:۱۸،اسلامک پبلیکشنز (پرائیوٹ)لمٹیڈ،اشاعت: جولائی ۲۰۰۵ء

(۱۲) القرآن سورۃ الحج:۱۱ (۱۳) القرآن سورۃ الاعراف ۱۷۵۔۱۷۶

(۱۴) قرآن مجید کے فنی محاسن ازسیدقطب شہید،ترجمہ ازغلام احمد حریری،ص:۱۵۔۱۶،فیصل اسلامک ریسرچ سنٹر،فیصل آباد

(۱۵) نفس مصدر،ص:۱۶۔۱۷

(۱۶) جادہ ومنزل ترجمہ معالم فی الطریق،ازسیدقطب شہیدرحمہ اللہ،مترجم خلیل احمد حامدی،ص:۷۷

(۱۷) ایضاص:۳۔۱۱ (۱۸) نفس مصدرص:۶۵۔۶۷ (۱۹) نفس مصدرص:۶۷۔۶۸

(۲۰) القرآن سورۃ البقرہ:۲/۳۰ (۲۱) القرآن سورۃ الذاریات:۵۶ (۲۲) القرآن سورۃ آل عمران:۳/۱۱۰

(۲۳) القرآن سورۃ البقرہ:۲/۱۴۳ (۲۴) جادہ ومنزل ترجمہ معالم فی الطریق،ازسیدقطب شہیدؒ،مترجم خلیل احمد حامدی،ص:۶۸۔۷۰

(۲۵) نفس مصدرص:۷۰۔۷۲ (۲۶) نفس مصدرص:۷۲۔۷۳ (۲۷) القرآن سورۃ البروج:۸

(۲۸) نفس مصدر (۲۹) جادہ ومنزل ترجمہ معالم فی الطریق،ازسیدقطب شہیدؒ،مترجم خلیل احمد حامدی،ص:۴۳۳۔۴۳۶